اِسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

— المصلح الموعود —

تبوک ۱۳۵۰ ہش

ستمبر ۱۹۷۱ء

-:- ایڈیٹر -:-

سید عبدالحی شاہد ایم - اے
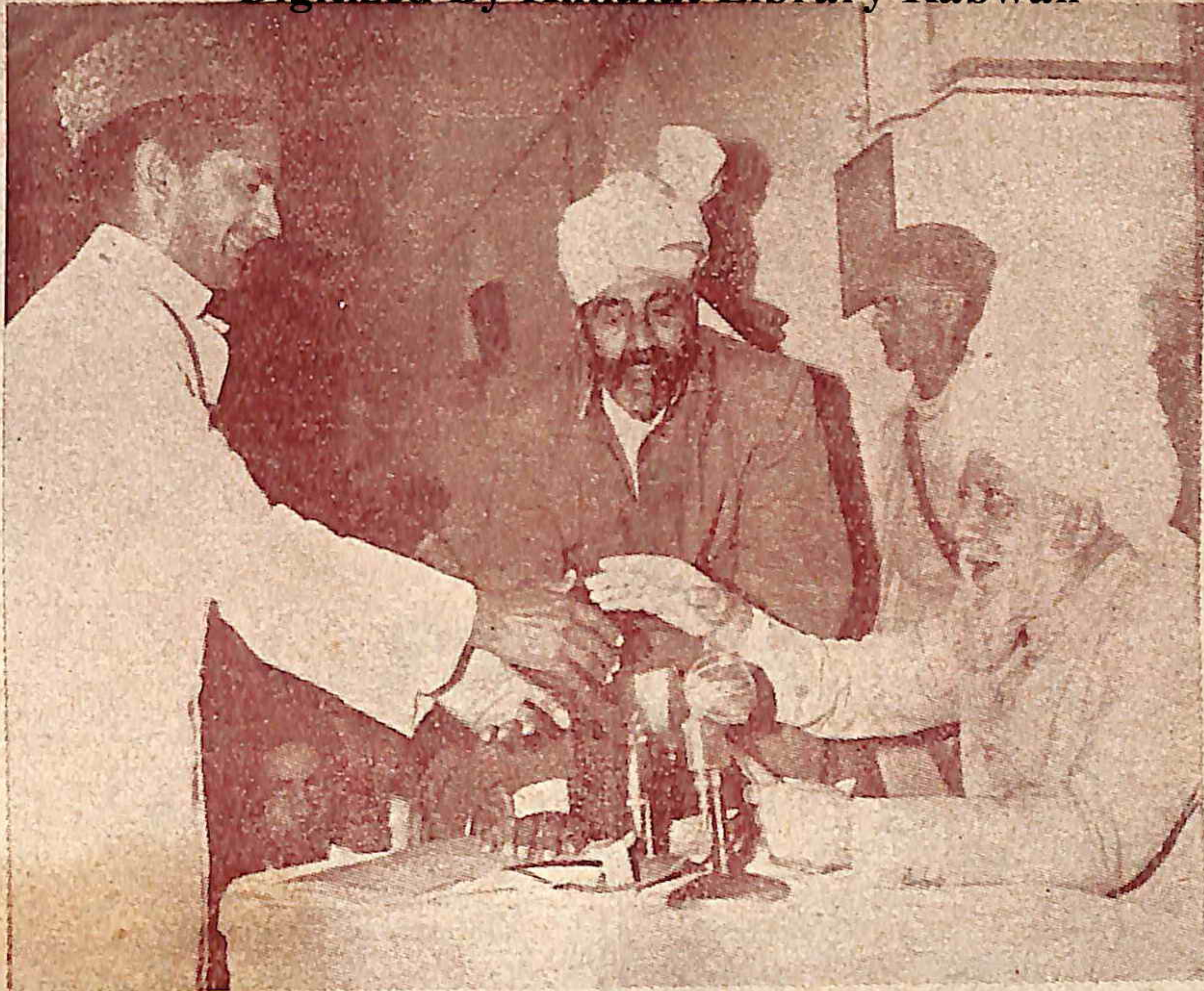
سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز محترم پروفیسر عبدالرشید صاحب غنی مہتمم مال مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کو فضل عمر فاؤنڈیشن کے تحت ایک مبسوط مقالہ لکھنے پر ایک ہزار روپے کا گرانقدر انعام عطا فرما رہے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

استبقوا الخیرات

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں۔"

(الہام المسیح الموعودؑ)

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی۔"

(المصلح الموعودؓ)

جلد ۱۷ | تبوک ۱۳۵۰ ہش / ستمبر ۱۹۷۱ء | شمارہ ۷

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ

سید عبدالحی ایم۔اے شاہد

نائب

عبدالکریم خالد

فہرست

چندہ سالانہ .. .. .. چھ روپے

فی پرچہ .. .. .. ساٹھ پیسے

بیرونِ پاکستان بذریعہ ہوائی ڈاک ۲۰ روپے

" " " بحری " ۹ روپے

(مبارک احمد خالد مینیجر ماہنامہ خالد ربوہ)

پبلشر:- محمد شفیق قیصر

مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت:- دفتر ماہنامہ خالد

دارالصدر جنوبی - ربوہ

اداریہ

ہمارا سالانہ اجتماع

اخاء ۱۳۵۰ ہش
۸-۹-۱۰ ر اکتوبر ۱۹۷۱ء

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ۱۹۳۸ء میں جماعت کے نوجوانوں کی تنظیم "مجلس خدام الاحمدیہ" قائم فرمائی تو حضور رضی نے اس کے قیام کی غرض اپنے اس سلسلے کے پہلے خطبہ میں یہ فرمائی :-

"میں نے متواتر جماعت کو اِس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ نئی نسلیں جب تک اُن دین اور اُن اصول کی حامل نہ ہوں جن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اُس کے نبی اور مامور دُنیا میں قائم کرتے ہیں اُس وقت تک اِس سلسلہ کا ترقی کی طرف کبھی بھی صحیح معنوں میں قدم نہیں اُٹھ سکتا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم اپریل ۱۹۳۸ء)

یہ تھا وہ بنیادی مقصد جس کے لئے مجلس خدام الاحمدیہ قائم کی گئی۔ احمدی نوجوانوں کی اصلاح اور نئی نسل کا اِس بارِ امانت کو سنبھالنے کی تیاری کرنا جسے مامورِ زمانہ نے ہمارے آباؤ اجداد کے سپرد کیا تھا اور انہوں نے اسے بڑی قربانیاں دیکر سنبھالے رکھا۔

یہ وہ عظیم ذمہ داری ہے جو خدام الاحمدیہ کے کندھوں پر ڈالی گئی ہے۔ یہ تنظیم اصلاح کے علاوہ نوجوانوں کی صلاحیتوں کی تربیت اور فطری استعدادوں کو اُجاگر کرنے کے عظیم مواقع فراہم کرتی ہے۔

حضور رضی نے اِسی سال یعنی دسمبر ۱۹۳۸ء میں خدام الاحمدیہ کو اپنا پہلا اجتماع منعقد کرنے کا ارشاد فرمایا اور اُس وقت سے سوائے پانچ مستثنیات کے باقاعدگی سے یہ اجتماع ہو رہے ہیں۔

سالانہ اجتماع میں مجلس کے پروگراموں کو عملی رنگ میں ایک خاص ترتیب سے پیش کیا جاتا ہے۔ تمام مجالس کے نمائندگان گزشتہ سال کے کاموں پر تنقیدی نگاہ ڈالتے ہیں اور مشاورت کے اسلامی نظام کے مطابق آئندہ سال کا پروگرام مرتب کیا جاتا ہے۔ علمی، اخلاقی اور رُوحانی تربیت کے لئے یہ تین دن بڑے ہی مفید ہیں بشرطیکہ کوئی سعید رُوح ان سے فائدہ اٹھانا چاہے۔ زندگی کے نئے تجارب حاصل ہوتے ہیں۔ تعارف بڑھتا ہے اور بزرگوں کی صحبت نصیب ہوتی ہے۔ سیّدنا و امامنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے رُوح پرور کلمات سے قوتِ عمل بیدار اور ذمہ داریوں کا احساس اُجاگر ہوتا ہے۔ اصلاحِ نفس کی تحریک پیدا ہوتی ہے اور خادم جب اجتماع کے تین مصروف ایام گزار کر واپس جاتا ہے تو ایک نئے جوش اور ولولے اور بیداری کو ساتھ لے کر جاتا ہے۔

غرضیکہ یہ اجتماعات وقت کے ایک اہم تقاضے کو پورا کرتے ہیں اور خدام کی اصلاحِ نفس کا موجب اور اُن کی قوتِ عمل کو

(باقی [illegible])

قال اللہ

اولاد کے لئے زرّیں نصائح!

وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۖ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۝
وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ
أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۝ وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا
لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۖ وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ
أَنَابَ إِلَيَّ ۚ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ يٰبُنَيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكُ مِثْقَالَ
حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمٰوٰتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللّٰهُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ
لَطِيفٌ خَبِيرٌ ۝ يٰبُنَيَّ أَقِمِ الصَّلٰوةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى
مَا أَصَابَكَ ۖ إِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ
فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ
وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۚ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ۝ (لقمان: ۱۴-۲۰)

ترجمہ۔ اور یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا اے میرے بیٹے! اللہ کا شریک کسی کو مت قرار دے۔ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔ اور ہم نے یہ کہتے ہوئے کہ میرا اور اپنے والدین کا شکریہ ادا کر، انسان کو اپنے والدین کے متعلق احسان کرنے کا تاکیدی حکم دیا تھا۔ اور اس کی ماں نے اسے کمزوری کے ایک دَور کے بعد کمزوری کے دوسرے دَور میں اُٹھایا تھا۔ اور اس کا دُودھ چھڑانا دو سال کے عرصہ میں تھا۔ یاد رکھو کہ میری ہی طرف تجھ کو لَوٹ کر آنا ہوگا۔ اور اگر وہ دونوں تجھ سے بحث کریں کہ تُو کسی کو میرا شریک مقرر کر جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان دونوں کی بات مت ماننا۔ ہاں دنیوی معاملات میں انکے ساتھ نیک تعلقات قائم رکھیو۔ اور اُس شخص کے پیچھے چلنا جو میری طرف جھکتا ہے۔ اور تم سب کا لَوٹنا میری طرف ہی ہوگا۔ اُس وقت میں تم کو تمہارے عمل سے خبردار کرونگا۔ اے میرے بیٹے! بات یہ ہے کہ اگر ایک عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو پھر وہ رائی کے برابر عمل کسی پتھر میں یا آسمانوں میں یا زمین میں چھپا ہوا ہو تو اللہ اسکو ظاہر کر دیگا۔ اللہ باریک سے باریک رازکو پا لینے والا اور بہت خبردار ہے۔ اے میرے بیٹے! نماز کو تمام شرائط سے قائم رکھ اور معروف باتوں کا حکم دیتا رہ اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتا رہ اور جو تنگی ترشی تجھے پہنچے اس پر صبر سے کام لے یہ بات یقیناً نہایت ہی ہمت والے کاموں میں سے ہے۔ اور اپنے گال لوگوں کے سامنے غصہ سے مت پُھلا اور زمین میں تکبر سے مت چل۔ اللہ یقیناً ہر شیخی کرنیوالے اور بے جا فخر کرنیوالے سے پیار نہیں کرتا۔ اور اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز کو دھیما رکھ کیونکہ آوازوں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ آواز گدھے کی آواز ہے (جو بہت اونچی ہوتی ہے)۔"

(تفسیر صغیر)

قال الرسول

شرک اور والدین کی نافرمانی اور جھوٹ سب سے بڑے گناہ ہیں

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ ثَلَاثًا قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ وَ عُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَجَلَسَ وَکَانَ مُتَّکِئًا فَقَالَ اَلَا وَ قَوْلُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ یُکَرِّرُھَا حَتّٰی قُلْنَا لَیْتَہٗ سَکَتَ۔ (بخاری)

ترجمہ:۔ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں پر مطلع نہ کروں؟ اور (صحابہؓ کو متوجہ کرنے کے لئے آپؐ نے یہ الفاظ تین دفعہ دہرائے) صحابہؓ نے عرض کیا۔ ہاں رسول اللہ آپ ضرور ہمیں مطلع فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ تو پھر سنو کہ سب سے بڑا گناہ خدا تعالےٰ کا شرک ہے اور پھر دوسرے نمبر پر سب سے بڑا گناہ والدین کی نافرمانی اور ان کی خدمت کی طرف سے غفلت برتنا ہے اور پھر ——— اور یہ بات کہتے ہوئے آپ تکیے کا سہارا چھوڑ کر جوش کے ساتھ بیٹھ گئے اور پھر فرمایا ——— اچھی طرح سن لو کہ اس کے بعد سب سے بڑا گناہ جھوٹ بولنا ہے اور آپؐ نے اپنے ان آخری الفاظ کو اتنی دفعہ دہرایا کہ ہم نے آپؐ کی تکلیف کا خیال کرتے ہوئے دل میں کہا کہ کاش اب آپ خاموش ہو جائیں اور اتنی تکلیف نہ اٹھائیں۔

تشریح:۔ اس زوردار حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے بڑے گناہوں کا ذکر فرماتے ہوئے تین باتوں کو چنا ہے جو روحانیات اور اخلاقیات کے تین مختلف میدانوں کی بنیادی باتیں ہیں۔ یہ تین میدان (۱) حقوق اللہ اور (۲) حقوق العباد اور (۳) اصلاحِ نفس کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ سب سے بڑا گناہ شرک ہے یعنی خدا کے مقابل پر جو ہمارا خالق بھی ہے اور مالک بھی ہے کسی ایسی ہستی کو کھڑا کرنا جو نہ تو ہمارا خالق ہے اور نہ مالک۔ اسلئے شرک کا گناہ دراصل غداری اور بغاوت دونوں کا مجموعہ ہے۔ یہ انتہا درجہ کی غداری ہے کہ جس ہستی نے ہمیں پیدا کیا اور ہماری دینی اور دنیوی ترقی کے اسباب مہیا کئے۔ اس کے مقابل پر ایسی ہستیوں کے ساتھ تعلق قائم کیا جائے جن کا نہ تو ہماری پیدائش کے ساتھ کوئی تعلق ہے اور نہ ہماری بقا کے ساتھ ان کا کوئی واسطہ ہے اور پھر یہ انتہا درجہ کی بغاوت بھی ہے کہ دنیا کے حقیقی مالک اور حقیقی حکمران کی حکومت سے سرتابی کر کے ایسی ہستیوں کے سامنے سر جھکایا جائے جنہیں ہم پر کسی نوع کا ذاتی تصرف حاصل نہیں لیکن افسوس ہے کہ آجکل کی ترقی یافتہ دنیا میں بھی ایسی قومیں پائی جاتی ہیں جن کا دامن ان کی بظاہر اعلیٰ تعلیم اور اعلیٰ تہذیب کے باوجود شرک کی نجاست سے پاک نہیں چنانچہ

عیسائی اقوام حضرت مسیح ناصریؑ کو (جن میں دوسرے نبیوں سے ہرگز کوئی زائد بات نہیں تھی) خدا مان کر اب تک شرک کی دلدل میں پھنسی ہوئی کہانی کا حصہ ہیں جسے بچہ بچہ جانتا ہے۔

دوسرا بڑا گناہ اس حدیث میں عقوق الوالدین بیان کیا گیا ہے۔ عقوق کے معنی عربی زبان میں کسی چیز کو کاٹنے کے ہیں اور اصطلاحی طور پر اس کے معنی ماں باپ کی نافرمانی کرنا، ان کا واجبی ادب ملحوظ نہ رکھنا، ان کے ساتھ شفقت سے پیش نہ آنا اور ان کی خدمت سے غفلت برتنا ہے۔ والدین کی اطاعت اور خدمت کا فریضہ حقوق العباد سے تعلق رکھتا ہے .... الغرض اسلام نے والدین کی اطاعت اور خدمت کے متعلق انتہائی تاکید فرمائی ہے حتیٰ کہ قرآن شریف فرماتا ہے وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا۔ یعنی "تم اپنے ماں باپ کے سامنے عاجزی اور انکساری کے بازوؤں کو محبت اور رحمت کے ساتھ جھکائے رکھو اور ان کے لئے ہمیشہ خدا سے دعا مانگتے رہو کہ خدایا جس طرح میرے والدین نے مجھے بچپن میں جب کہ میں بالکل بے سہارا تھا محبت اور شفقت کے ساتھ پالا اسی طرح اب تو ان کے بڑھاپے میں ان پر شفقت و رحم کی نظر رکھ۔"

تیسرا بڑا گناہ اس حدیث میں جھوٹ بولنا بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کے متعلق اسلام کا نظریہ اس حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ جب آپؐ جھوٹ کا ذکر فرمانے لگے تو جوش کے ساتھ اٹھ کر بیٹھ گئے اور ان الفاظ کو بار بار دہرایا کہ اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ۔ اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ۔ یعنی "کان کھول کر سن لو۔ ہاں پھر کان کھول کر سن لو کہ شرک اور عقوقِ والدین کے بعد سب سے بڑا گناہ جھوٹ بولنا ہے۔" حق یہ ہے کہ اگر باقی باتیں اس بیج کا حکم رکھتی ہیں جس سے گناہ کا درخت پیدا ہوتا ہے تو جھوٹ اس بیج کے واسطے پانی کے طور پر ہے جس کی وجہ سے یہ درخت پنپتا اور ترقی کرتا ہے۔ یہ جھوٹ ہی ہے جس کی وجہ سے گناہ پر دلیری پیدا ہوتی اور انسان گناہ کی دلدل میں پھنسے رہنے کا ایک بہانہ حاصل کر لیتا ہے کیونکہ جھوٹ کے ذریعہ گناہ پر پردہ ڈالا جاتا ہے اور پھر اس پردہ کی اوٹ میں گناہ بڑھتا اور پھیلتا چلا جاتا ہے۔ پس جھوٹ صرف اپنی ذات میں ہی گناہ نہیں بلکہ دوسرے گناہوں کے واسطے ایک بدترین قسم کا سہارا بھی ہے۔ .... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال حکمت سے جھوٹ کے گناہ کو شرک اور عقوقِ والدین کے گناہوں کے بعد سب سے بڑا گناہ قرار دے کر مسلمانوں کی اصلاح کا ایک ایسا نفسیاتی نکتہ بیان فرمایا ہے جس کے ذریعہ وہ بہت جلد اپنے گناہوں پر غلبہ پا سکتے ہیں۔ .....

لیکن ضمناً یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ جھوٹ نہ بولنے کی تعلیم سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ ہر حال میں سچی بات بلا ضرورت بیان کر دی جائے بلکہ مراد صرف یہ ہے کہ جو بات بیان کی جائے وہ بہرحال سچی اور جھوٹ کی آمیزش سے پاک ہونی چاہیئے ورنہ بسا اوقات قومی یا خاندانی یا ذاتی مصالح بعض باتوں میں رازداری کے متقاضی ہوتے ہیں اور رازداری ہرگز راست گفتاری کے خلاف نہیں۔

(چالیس جواہر پارے مؤلفہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔ اے)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

میری جماعت میں کون شامل ہے؟

"یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے۔ ظاہر کچھ چیز نہیں۔ خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اسی کے موافق تم سے معاملہ کرے گا۔ دیکھو میں یہ کہہ کر فرضِ تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اُس کو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اُس سے بچو۔ دُعا کرو تا تمہیں طاقت ملے۔ جو شخص دُعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا بجز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دُنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص درحقیقت دین کو دُنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پُورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے، قمار بازی سے، بدنظری سے اور خیانت سے، رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دُعا میں لگا نہیں رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص بد رفیق کو نہیں چھوڑتا جو اُس پر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امورِ معروفہ میں جو خلافِ قرآن نہیں ہیں اُن کی بات کو نہیں مانتا اور اُن کی تعہدِ خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنی اہلیہ اور اُس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنیٰ ادنیٰ خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصور وار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت سے نہیں ہے۔ جو شخص فی الواقعہ مجھے مسیح موعود و مہدی معہود نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور جو شخص امورِ معروفہ میں میری اطاعت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے اور اُن کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک زانی، فاسق، شرابی، خونی، چور، قمار باز، خائن، مرتشی، غاصب، ظالم، دروغ گو، جعلساز اور ان کا ہمنشیں اور اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانے والا جو اپنے افعالِ شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔"

(کشتی نوح)

قومی مفاد اور برتری کے لئے قربانی

(از رشحاتِ قلم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جب عیسائیوں سے لڑائی شروع ہوئی تو شام میں ایک موقعہ پر دشمن کا ایک بھاری لشکر جمع ہوگیا۔ مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ عیسائیوں نے پہلے مخفی طور پر یہ پتہ کرا لیا کہ مسلمانوں میں صحابی کون کون سے ہیں اور پھر انہوں نے اپنے کچھ تیر انداز ایک ٹیلے پر بٹھا دیئے اور اُنہیں ہدایت کر دی کہ اپنے تیروں کا خصوصیت سے صحابہؓ کو نشانہ بنائیں۔ وہ جانتے تھے کہ جب بڑے بڑے لوگ مارے گئے تو باقی فوج کے دل خود بخود ٹوٹ جائیں گے اور وہ میدان سے بھاگ جائے گی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کئی صحابہؓ مارے گئے اور کئی کی آنکھیں ضائع ہوگئیں۔ اِس پر مسلمانوں کو سخت فکر پیدا ہوا اور اُنہوں نے سمجھا کہ اب ہم آگے بڑھے تو تمام کے تمام صحابہ ختم ہو جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ اس پر بعض نوجوانوں نے اپنی خدمات پیش کیں اور کہا کہ ہم اپنے آپ کو قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور ان خدمات کے پیش کرنے میں سب سے مقدم وہ نوجوان تھا جس کے خاندان نے اسلام کی دشمنی کا بیج مکہ میں بویا تھا یعنی ابوجہل کا بیٹا عکرمہؓ۔ اِن نوجوانوں نے کہا کہ صحابہؓ بہت بڑی خدمات کر چکے ہیں اب ہم جو بعد میں آئے ہیں ہمیں ثواب حاصل کرنے کا موقع دیا جائے۔ ہم مل کر قلبِ لشکر پر حملہ کریں گے اور عیسائی جرنیلوں کو مار ڈالیں گے۔ حضرت ابوعبیدہؓ جو لشکر کے کمانڈر تھے اُنہوں نے کہا کہ یہ تو بڑے خطرے کی بات ہے اِس طرح تو جس قدر نوجوان جائیں گے سب کے سب موت کے گھاٹ اُتر جائیں گے۔ اُنہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے مگر اس کے سوا اب چارہ بھی کوئی نہیں۔ کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ ہم نوجوان تو بچ رہیں اور صحابہؓ مارے جائیں؟ اس پر حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالدؓ سے مشورہ لیا۔ اُنہوں نے بھی کہا کہ عکرمہؓ کی رائے ٹھیک ہے۔ دشمن نے ہماری دُکھتی رگ کو معلوم کر لیا ہے۔ اور اب وہ صحابہ کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ ہمیں اجازت دی جائے کہ ہم ساٹھ نوجوان اپنے ساتھ لیں اور قلبِ لشکر پر حملہ کر دیں۔ آخر حضرت ابوعبیدہؓ نے اُن کے اصرار پر اجازت دے دی اور ساٹھ نوجوانوں نے قلبِ لشکر پر حملہ کر کے اُسے شکست دے دی۔ لیکن اس لڑائی میں اُن میں سے اکثر نوجوان مارے گئے۔ ایک صحابی ذکر کرتے ہیں کہ جب عیسائی لشکر کو شکست ہوگئی اور وہ سب بھاگ گئے تو مَیں زخمیوں کی دیکھ بھال کے لئے میدانِ جنگ میں گیا۔ مَیں نے دیکھا کہ عکرمہؓ بن ابی جہل ایک جگہ زخمی تڑپ رہے تھے۔ مَیں نے دیکھا اور سمجھا کہ اُنہیں سخت پیاس لگی ہوئی ہے۔ پانی کی چھاگل میرے پاس تھی۔ مَیں آگے بڑھا تا کہ چھاگل اُن کے مُنہ سے لگاؤں مگر ابھی مَیں نے یہ ارادہ کیا ہی

تھا کہ عکرمہؓ نے فضل بن عباسؓ کی طرف اشارہ کیا جو اُن کے پہلو میں پڑے زخموں سے تڑپ رہے تھے۔ اور کہا کہ انہیں مجھ سے زیادہ پیاس معلوم ہوتی ہے۔ تم جاؤ اور پہلے فضل کو پانی پلاؤ وہ مجھ سے زیادہ حقدار ہیں۔ وہ کہتے ہیں میں پانی پلانے کے لئے فضل کے پاس گیا تو انہوں نے ایک اَور شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو اُن کے قریب ہی زخموں سے تڑپ رہا تھا کہا کہ پہلے اُسے پانی پلاؤ اُسے مجھ سے زیادہ پیاس معلوم ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اُس وقت دس زخمی مسلمان قریب قریب پڑے ہوئے تھے۔ میں ایک سے دوسرے کے پاس دوسرے سے تیسرے کے پاس اور تیسرے سے چوتھے کے پاس گیا مگر ہر شخص نے مجھے یہی کہا کہ دوسرے کو پانی پلاؤ وہ مجھ سے زیادہ حقدار ہے۔ میں آخری کے پاس پہنچا تو وہ مر چکا تھا۔ پھر واپس لوٹا تو نواں شخص بھی مر چکا تھا۔ پھر آٹھویں کی طرف بڑھا تو وہ بھی مر چکا تھا۔ اِسی طرح ایک ایک کر کے سب کو میں نے دیکھا کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ پانی کی چھاگل میرے ہاتھ میں تھی۔ مرنے والے مر چکے تھے مگر مرتے وقت اُن میں سے کسی ایک نے بھی پانی کا ایک گھونٹ نہ پیا۔ محض اسلئے کہ میرا ساتھی مجھ سے زیادہ پیاسا معلوم ہوتا ہے۔ یہ ہے قومی رُوح یعنی اپنے نفس کو مقدم کرنے کی بجائے قومی ضرورتوں کو انسان مقدم رکھے اور اپنے آپ کو قومی مفاد اور برتری کے لئے قربان کر دے مگر قومی ایثار کا صحیح جذبہ جب بھی پیدا ہوگا قومی خدمت سے پیدا ہوگا۔ جب قومی خدمت کا صحیح جذبہ کسی انسان کے دل میں پیدا ہو جائے تو وہ بے انتہا قربانیوں کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ جس شخص کے اندر قومی جذبہ پیدا ہوگا اُس کا مطمحِ نظر وسیع ہو جائے گا۔"
(تفسیر کبیر جلد ششم جزو چہارم حصہ سوم صفحہ ۲۲۹ تا صفحہ ۲۳۰)

(بقیہ اداریہ از صفحہ ۲)

بیدار رکھتے ہیں۔ ہر خادم کو یاد رکھنا چاہیئے کہ زندگی میں ایسے مواقع کبھی کبھی آتے ہیں اور ایسے نادر اور مبارک مواقع کو یونہی ہاتھ سے گنوا دینا کسی ذی ہوش اور عقلمند انسان کا شیوہ نہیں ہمیں امید ہے کہ خدام اس طرف خصوصی توجہ دیں گے اور سالانہ اجتماع میں شریک ہونے کی کوشش کریں گے ـــــ یہ تو تھی خادم کی انفرادی ذمہ داری۔ سالانہ اجتماع کے بارے میں ہماری اجتماعی ذمہ داری یہ ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے درج ذیل ارشاد کے مطابق ہر مجلس کو اپنے سالانہ اجتماع میں کم از کم اپنا ایک نمائندہ ضرور بھجوانا چاہیئے۔ حضور نے فرمایا:۔

"ہمارا مقصد ہمیں صرف اُس وقت حاصل ہو سکتا ہے کہ جب ہم یہ کوشش کریں اور ہماری روایت اور معمول یہ ہو کہ اِن اجتماعات میں ہر جماعت کی نمائندگی ضرور ہو۔ اور یہ کم سے کم معیار ہے۔۔۔۔ گو ہر جماعت کے نوجوان سارے تو اجتماع میں شامل نہیں ہو سکتے لیکن اُن کا ایک ایک نمائندہ اس اجتماع میں ضرور پہنچے۔"
(الفضل ۱۶ر شہادت ۱۳۴۹ھ)

محترم (چوہدری) خالد سیف اللہ صاحب بی۔ ایس سی
سمن آباد۔ لاہور

اعجاز القرآن

قرآن کریم ایک ایسی بلند و برتر ہستی کا کلام ہے جو خالق کون و مکان ہے۔ معبودِ برحق اور مجمع جمیع صفاتِ کاملہ اور تمام رذائل سے منزہ اور واحد لا شریک ہے۔ ہر حُسن و احسان کا سرچشمہ اور تمام فیوض کا مبدأ ہے۔ اس کی صفات غیر محدود ہیں اور انسانی عقل کی دسترس سے باہر۔ قرآن کریم کے حُسن کا راز یہ ہے کہ خدائے عزّ و جلّ کی تمام صفات اس میں کمالِ خوبصورتی کے ساتھ منعکس نظر آتی ہیں اور اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے حسین و جمیل اور دلکش انوار اپنی تابانیوں کے ساتھ اس میں جلوہ گر ہیں اور اس کا نُور ہر سُو ضو افشانی کر رہا ہے —— الغرض خدائی انوار کا جلوہ گاہ ہونا قرآن کریم کو ایک ایسی اعجازی شان عطا کرتا ہے کہ دُنیا کے تمام ادیان، تمام علوم، تمام فلسفے اور ان پر مشتمل تمام کتابیں اس کے سامنے ماند اور ہیچ نظر آتی ہیں۔

قرآن کریم کا سب سے نمایاں اعجاز اس کی فصیح و بلیغ عبارت میں بھرا ہوا ہے۔ اِس معجزہ کو قرآن مجید میں بڑی شد و مد سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ ایسا حُسن ہے کہ جو قاری کو ایک بڑے مقناطیس کی طرح اپنی طرف کھینچتا ہے اور اپنے حسن کا گرویدہ بنا لیتا ہے۔ اپنوں کا تو ذکر کیا غیر بھی اِس اعجاز سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ چنانچہ سیل لکھتا ہے:۔

"قرآن مجید کا طرزِ بیان عموماً دلکش اور اس میں روانی ہے ..... اور بہت سے مقامات پر خصوصاً جہاں اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کی عظمت و شان اور جلال کا ذکر ہے اس کا طرزِ بیان اور بھی دلکش، شاندار اور بلند پایہ ہے ...... وہ (محمد صلعم) اس قدر کامیاب ہوا اور اس نے اپنے سامعین کے قلوب کو اس قدر مسخر کیا کہ کئی مخالف یہ خیال کرنے پر مجبور تھے کہ گویا کسی جادو یا سحر کا اثر تھا۔"

(Sale Praliminary Page 48)

ایک اور یورپین مصنف پامر کہتا ہے:۔

"یہ امر کہ عرب کے بہترین مصنف بھی قرآن مجید کی خوبیوں کے برابر کوئی چیز پیدا کرنے پر قادر نہ ہوئے کوئی تعجب کی بات نہیں۔"

(Palmer Introduction Page 55)

ایک اور یورپین گوئٹے نے جو کہا وہ اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ کی منہ بولتی تصویر ہے۔ وہ لکھتا ہے:۔

"جتنی بار ہم اس (قرآن مجید) کی طرف رجوع کریں پہلے تو ہم کو نفرت پر نفرت ہوتی

ہے لیکن جلد ہی یہ ہم کو اپنی طرف کھینچنے لگتا ہے۔ پھر ورطۂ حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ اور آخر پر ہم اس کی تقدیس پر مجبور ہو جاتے ہیں۔...... اس کا طرزِ بیان، اس کے مضامین اور مقاصد کے مطابق بہت بارعب، بلند اور پُر از ہیبت اور مسلسل شاندار ہے۔ ...... اس طرح یہ کتاب تمام زمانوں میں ایک نہایت قوی اثر ڈالتی رہے گی۔" (Goethe گوئٹے ہیوز ڈکشنری آف اسلام صفحہ ۵۲۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں قرآن مجید کی جن بے شمار خوبیوں کا عجیب محبت بھرے اور دل کو موہ لینے والے انداز میں ذکر فرمایا ہے اُن میں سے صرف چند ایک حوالے بغرضِ نمونہ پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ نے اپنی تصانیف میں قرآن کریم کے اعجاز کے بارہ میں حقائق و معارف کے اتنے موتی بکھیرے ہیں کہ ان کا شمار امکان سے باہر ہے۔ اب قیامت تک جو کوئی اعجازِ قرآن پر کچھ بیان کرنا چاہے گا وہ آپ کے بیان کردہ معارف کی خوشہ چینی پر مجبور ہو گا۔ دوست غور فرمائیں کہ رحمان خدا نے کس قدر عظیم الشان کتاب ہماری رہنمائی کیلئے ہم کو عطا فرمائی ہے فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

حضور قرآن شریف کے اختصار کے معجزہ کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اب دیکھنا چاہیئے کہ یہ بلاغتِ قرآنی کس قدر بھاری معجزہ ہے کہ علم کے ایک بحرِ ذخار کو تین چار جز میں لپیٹ کر دکھلا دیا ہے اور حکمت کے ایک جہان کو صرف چند صفحات میں بھر دیا ہے۔ کیا کبھی کسی نے دیکھا یا سُنا کہ اس قدر قلیل الحجم کتاب تمام زمانہ کی صداقتوں پر مشتمل ہو۔ کیا عقل کسی عاقل انسان کے لئے یہ مرتبۂ عالیہ تجویز کر سکتی ہے کہ وہ تھوڑے سے لفظوں میں ایک دریا حکمت کا بھر دے جس سے علمِ دین کی کوئی صداقت باہر نہ ہو۔" (براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۲۴۴ حاشیہ در حاشیہ ۳)

پھر فرماتے ہیں:۔

"قرآن شریف توحید کے کامل اور پُرزور بیان میں اپنے اصول کو معقول اور مدلل طور پر ثابت کرنے میں، اخلاقِ فاضلہ کے تمام جزئیات کے لکھنے میں، اخلاقِ ذمیمہ کے مطالباتِ لطیفہ میں، وصول الی اللہ کے تمام طریقوں کی توضیح میں، نجات کی سچی فلاسفی ظاہر کرنے میں، صفاتِ کاملہ الٰہیہ کے اکمل و اتم ذکر میں، مبداء و معاد کے پُرحکمت بیان میں، رُوح کی خاصیتوں اور قوتوں اور طاقتوں اور استعدادوں کے بیان میں، حکومتِ بالغۂ الٰہیہ کے تمام وسائل پر احاطہ کرنے میں، تمام اقسام کی صداقتوں پر مشتمل ہونے میں، تمام مذاہبِ باطلہ کو عقلی طور پر رد کرنے میں، حقوق عباد اللہ

کے قائم کرنے میں، تاثیرات و تنویرات روحانیہ
میں، اور پھر باایں ہمہ فصیح اور بلیغ اور رنگین
عبارت میں اس کمال درجہ تک پہنچا ہوا ہے
کہ ہر ایک حصہ اس کے بیان کا ان بیانات
میں سے درحقیقت معجزہ عظیمہ ہے جس کا
مقابلہ نہ کوئی آریہ کر سکتا ہے نہ کوئی عیسائی
اور نہ کوئی یہودی اور نہ کوئی اور شخص جو
کسی مذہب کا پابند ہے۔"

(سرمہ چشم آریہ ص۱۷۱)

پھر فرماتے ہیں:۔

"کیا باعتبار فصاحت و بلاغت، کیا باعتبار
ترتیب مضامین، کیا باعتبار تعلیم، کیا باعتبار
کمالات تعلیم، کیا باعتبار ثمرات تعلیم، غرض
جس پہلو سے دیکھو اسی پہلو سے قرآن شریف
کا اعجاز ثابت ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ
قرآن شریف نے کسی خاص امر کی نظیر نہیں
مانگی بلکہ عام طور پر نظیر طلب کی۔"

(الحکم ۲۴ر اپریل ۱۹۰۳ء)

حضور قرآن کریم کے کمالات عالیہ کا ذکر فرماتے
ہوئے لکھتے ہیں:۔

"قرآن شریف ایسے کمالات عالیہ رکھتا
ہے جو اس کی تیز شعاعوں اور شوخ کرنوں
کے آگے تمام صحف سابقہ کی چمک کالعدم
ہو رہی ہے۔ کوئی ذہن ایسی صداقت
نکال نہیں سکتا جو پہلے ہی سے اس میں درج
نہ ہو۔ کوئی فکر ایسی برہان عقلی پیش نہیں
کر سکتا جو پہلے ہی سے اس نے پیش نہ کی ہو۔
کوئی تقریر ایسا قوی اثر کسی دل پر ڈال نہیں
سکتی جیسے قوی اور پُر برکت اثر لاکھوں دلوں
پر وہ اثر ڈالتا آیا ہے۔ وہ بلاشبہ
صفات کمالیہ حق تعالیٰ کا ایک نہایت
مصفا آئینہ ہے جس میں سے وہ سب کچھ
ملتا ہے جو ایک سالک کو مدارج عالیہ
معرفت تک پہنچنے کے لئے درکار ہے۔"

(سرمہ چشم آریہ ص۱۸ حاشیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن کریم کی اعجازی
تاثیرات کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"لاکھوں مقدسوں کا یہ تجربہ ہے کہ قرآن شریف
کی اتباع سے برکات الٰہی دل پر نازل
ہوتی ہیں اور ایک عجیب پیوند مولیٰ کریم سے
ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے انوار و الہام
ان کے دلوں پر اترتے ہیں اور معارف ان
کے منہ سے نکلتے ہیں اور ایک قوی توکل ان
کو عطا ہوتی ہے اور ایک محکم یقین ان کو
دیا جاتا ہے اور ایک لذیذ محبت الٰہی جو
لذت وصال سے پرورش یاب ہے ان
کے دلوں میں رکھی جاتی ہے۔ اگر ان کے
وجودوں کو ہاون مصائب میں پیسا جائے
اور سخت شکنجوں میں دے کر نچوڑا جائے تو
ان کا عرق بجز حب الٰہی کے اور کچھ نہیں۔

دنیا اُن سے ناواقف اور وہ دُنیا سے دُور تر اور بلند تر ہیں۔ خدا کے معاملات اُن سے خارق عادت ہیں۔ اُن پر ثابت ہوا ہے کہ خدا ہے۔ انہی پر کُھلا ہے کہ ایک ہے۔ وہ جب دُعا کرتے ہیں وہ ان کی سُنتا ہے۔ جب وہ پکارتے ہیں تو وہ انہیں جواب دیتا ہے۔ جب وہ پناہ چاہتے ہیں تو وہ اُن کی طرف دوڑتا ہے۔ وہ باپوں سے زیادہ اُن سے پیار کرتا ہے اور اُن کی در و دیوار پر برکتوں کی بارش برساتا ہے۔ پس وہ اس کی ظاہری و باطنی و رُوحانی و جسمانی تائیدوں سے شناخت کئے جاتے ہیں۔ وہ ہر ایک میدان میں اُن کی مدد کرتا ہے کیونکہ وہ اُس کے ہیں اور وہ اُن کا ہے۔ یہ باتیں بلا ثبوت نہیں!"

(سرمہ چشم آریہ صفحہ ۲۴-۳۱ حاشیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآنی تعلیم کے اعجاز کا ذکر فرماتے ہوئے کس تحدی سے اعلان فرماتے ہیں:۔

"ہمارا خداوند کریم کہ جو دلوں کے پوشیدہ بھیدوں کو خوب جانتا ہے اس بات پر گواہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک ذرہ کا ہزارم حصہ بھی قرآن شریف کی تعلیم میں کچھ نقص نکال سکے یا بمقابلہ اس کے اپنی کسی کتاب کی ایک ذرہ بھر کوئی ایسی خوبی ثابت کر سکے جو قرآنی تعلیم کے برخلاف ہو اور اس سے بہتر ہو تو ہم سزائے موت بھی قبول کرنے کو تیار ہیں۔"

(براہین احمدیہ صفحہ ۲۸ حاشیہ ۲)

پھر حضور قرآن کریم کے اعجاز تاثیری کا ذکر فرماتے ہوئے اپنی ذاتی گواہی پیش فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

"ہم اس بات کے گواہ ہیں اور تمام دُنیا کے سامنے اس شہادت کو ادا کرتے ہیں کہ ہم نے اس حقیقت کو جو خدا تک پہنچاتی ہے قرآن سے پایا۔ ہم نے اس خدا کی آواز سُنی اور اس کے پُرزور بازو کے نشان دیکھے جس نے قرآن کو بھیجا۔ سو ہم یقین لائے کہ وہی سچا خدا اور تمام جہانوں کا مالک ہے۔ ہمارا دل اس یقین سے ایسا پُر ہے جیسا کہ سمندر کی زمین پانی سے۔ سو ہم بصیرت کی راہ سے اس دین اور اس روشنی کی طرف ہر ایک کو بلاتا ہے۔ ہم نے اس نورِ حقیقی کو پایا جس کے ساتھ ظلماتی پردے اُٹھ جاتے ہیں اور غیر اللہ سے درحقیقت دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ یہی ایک راہ ہے جس سے انسان نفسانی جذبات اور ظلمات سے ایسا باہر آ جاتا ہے جیسا کہ سانپ اپنی کینچلی سے!"

(کتاب البریہ صفحہ ۶۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن کریم کو تدبّر سے پڑھنے، اس سے پیار کرنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی تلقین فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو احکام میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظلّ تھے۔ سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن ہی میں ہیں، یہی بات سچ ہے۔" (کشتی نوح صفحہ ۳۶)

دُنیا قرآن کریم کے اعجاز سے غافل تھی، قرآنی انوار سے بے بہرہ تھی، اس کو پڑھنے پڑھانے کی طرف متوجہ نہ تھی، اس کے غیر محدود معارف پر اُسے کچھ اطلاع نہ تھی۔ خدائی کلام پر یقین رکھنے کا بظاہر دعویٰ کیا جاتا تھا لیکن بباطن نورِ یقین کا طائر پرواز کر چکا تھا۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے قرآنی اعجاز کو دوبارہ دُنیا پر ظاہر کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جو مشن آپؑ کے سپرد فرمایا تھا اُسے اپنی زندگی کے آخری سانس تک خوب نبھایا اور اپنے پیچھے ایک مخلص اور وفادار جماعت اپنی یادگار چھوڑی جو آپؑ کے مقاصد کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اسی غرض کے لئے تعلیم القرآن اور وقفِ عارضی کی سکیموں کو جاری فرمایا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

"ایک دن جب میری آنکھ کھلی تو میں بہت دُعاؤں میں مصروف تھا۔ اس وقت عالمِ بیداری میں میں نے دیکھا کہ جس طرح بجلی چمکتی ہے اور زمین کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک روشن کر دیتی ہے۔ اسی طرح ایک نور ظاہر ہوا اور اُس نے زمین کو ایک کنارے سے لے کر دوسرے کنارے تک ڈھانپ لیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ اس نور کا ایک حصہ جیسے جمع ہو رہا ہے پھر اُس نے الفاظ کا جامہ پہنا اور ایک پُرشوکت آواز فضا میں گونجی جو اس نور سے ہی بنی ہوئی تھی اور وہ یہ تھی۔

"بُشْرٰی لَکُمْ"

..... وہ ہمارا خدا جو بڑا ہی فضل کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے اس نے خود اس کی تعبیر اس طرح سمجھائی کہ گزشتہ پیر کے دن میں ظہر کی نماز پڑھا رہا تھا اور تیسری رکعت کے قیام میں تھا تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کسی غیبی طاقت نے مجھے اپنے تصرف میں لے لیا ہے اور اس وقت مجھے یہ تفہیم ہوئی کہ جو نور میں نے اُس دن دیکھا تھا وہ قرآن کا نور ہے جو تعلیم القرآن کی سکیم اور عارضی وقف کی سکیم کے ماتحت دنیا میں

پھیلایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مہم میں
برکت ڈالے گا اور انوارِ قرآن اسی طرح
زمین پر محیط ہو جائیں گے جس طرح اس
نور کو میں نے زمین پر محیط ہوتے ہوئے دیکھا
ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔"
(الفضل ۱۰ ر ظہور ۱۳۴۵ھ)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ خلافتِ ثالثہ کے مبارک اور
موعود دور کو اتنا لمبا اور بابرکت کر دے کہ ہم اس قرآنی
نور کو اپنی زندگیوں میں ہی اپنے نفسوں اور تمام دنیا
پر محیط ہوتے دیکھ لیں، آمین۔

خدا تعالیٰ ہم کمزوروں، گناہگاروں اور لاشئے
محض وجودوں کو بھی اس نور کی اشاعت کا ذریعہ
بنا لے۔ اس کے لئے کیا مشکل ہے وہ اگر چاہے تو حقیر
ذروں کو بھی تابانی عطا کر سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں
توفیق دے کہ مسیح موعود علیہ السلام کے موعود نافلہ
(ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) کی تحریکات پر دل و
جان سے لبیک کہیں تا یہ مبارک قافلہ دنیا کی تاریکیوں
کو پاش پاش کرتے ہوئے اور قرآنی انوار کو پھیلاتے
ہوئے ہر آن آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے۔ یہاں تک
کہ ساری دنیا قرآنی اعجاز کی نہ صرف زبان سے قائل
ہو جائے بلکہ دل بھی اس کے حسن و جمال پر آگاہی پا کر
اس کی محبت سے گھائل ہو جائیں اور پھر وہ دل ایک
مضراب بنیں، ایسا مضراب کہ اس کی ہر تار میں سے
خدا تعالیٰ کی محبت کے پُرسوز اور پُردرد نغمات نکلیں
اور ساری فضا میں ارتعاش پیدا کر دیں۔ ہر روح خدا تعالےٰ
کی محبت میں بے چین و بے قرار ہو کر پکار پکار کر یہ کہہ
رہی ہو کہ ؎

تیرے ملنے کے لئے ہم مل گئے ہیں خاک میں
تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا
ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا
جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا
شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

جناب نسیم سیفی
ایڈیٹر ماہنامہ تحریک جدید ربوہ

چھ ستمبر کا دن

غیر جب جور و ستم کی داستاں ہوتے گئے
ہم بھی تقدیرِ امم کے رازداں ہوتے گئے

جب دفاعِ ارضِ پاکستان کی دعوت ملی
حُبِّ ملک و قوم کے جذبے جواں ہوتے گئے

ہو گئے سب شاعر و فنکار مصروفِ عمل
اور ہر پیر و جواں کے ترجماں ہوتے گئے

تھی تو ہر گام پہ مایوس کُن مشکل مگر
تیری نصرت کے سہارے کامراں ہوتے گئے

جاں فروشانِ وطن ہر اک محاذِ جنگ پر
یوں لڑے دشمن کے حربے رائیگاں ہوتے گئے

کچھ تری حفظ و اماں میں غازیوں سے آملے
کچھ حریفِ موت بنکر جاوداں ہوتے گئے

چھ ستمبر کی نمودِ صبح تھی معیارِ خُلق
دشمنِ حق کے ارادے صاف عیاں ہوتے گئے

امنِ عالم کے عَ۔ اُمم کا بھرم کھلتا گیا
بھارتی لیڈر کے لب بھی خونچکاں ہوتے گئے

دشمنِ عیّار کے ناپاک ارادے دیکھ کر
چاند تارہ مظہرِ برقِ تپاں ہوتے گئے

آج ہر اک اہلِ دل کو فخر ہے اُن پہ نسیم
جن کے دل گردے شجاعت کی زباں ہوتے گئے

از قلم جناب ا ۔ د ظفر صاحب

کھیم کرن کی کہانی ــــ ایک سپاہی کی زبانی

(جناب ا ۔ د ظفر صاحب ایک سابق فوجی ہیں اور جنگ ستمبر کے دوران کھیم کرن کے محاذ پر داد شجاعت دے چکے ہیں ۔ ادارہ)

چھ ستمبر ۶۵ء میری شادی کا دن تھا ۔ تمام عزیز و اقارب میرے گھر جمع تھے ۔ چاروں طرف خوشیاں ہی خوشیاں تھیں کہ اچانک دُور سرحد پر نہ جانے کیسے دھماکے ہونے لگے ۔ شاید بم پھٹ رہے تھے جو زمین بھی دہشت سے لرز اُٹھی تھی ــــ مجھے ارضِ پاک کی حفاظت کا بلاوا آ گیا تھا ۔ تمام گھر میں صفِ ماتم بچھ گئی ۔ نو بیاہتا دلہن رو رو کر الگ ہلکان ہو رہی تھی لیکن کتنا جذبہ تھا میرے بوڑھے والدین کے جوان دل میں کہ میرے جیتے جی وہ کہنے لگے کہ جاؤ بیٹا ! تمہیں اجل کو سونپا ۔ تمہارے ایک فرض سے تو سبکدوش ہو گئے تھے لیکن دوسرا فرض بھی کچھ اس قسم کا ہے کہ اس سے سبکدوش ہوئے بغیر چارہ نہیں ۔ دیکھنا کہیں ہماری سُبکی نہ ہو ۔ ابا جان کے اِن الفاظ نے میری ڈھارس بندھائی ۔ میرے پاک وطن پر ایک کمینے دشمن نے حملہ کر دیا تھا ۔ وہ ہماری آزادی کو غلامی میں بدلنا چاہتا تھا میری رگِ حریت پھڑک اُٹھی ــــ میرا جذبۂ ذوقِ شہادت فزوں تر ہو گیا ــــ میری چشمِ تصوّر نے مجھے جامِ شہادت سے ہمکنار کیا اور میں شادی کے ہنگاموں سے اُٹھ کر توپوں، مارٹر اور مشین گنوں کے دھماکوں میں آ گیا ۔

بھارتی فوجی دیو ہیکل ٹینکوں کی آڑ میں اپنے ناپاک منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کر رہے تھے ۔ دشمن کے ٹینک پے در پے آگ اُگل رہے تھے ۔ تا حدِ نگاہ دھوئیں کی دبیز چادر بچھی ہوئی تھی ۔ سانس لینا دو بھر ہو رہا تھا ۔ بموں کے فلک شگاف دھماکوں سے کانوں کے پردے پھٹ رہے تھے ۔ اُف خدایا کیا حشر کا عالم تھا وہ ــــ خون ہی خون ــــ بھارتی سینا کا خون ۔ پاک وطن کے جیالوں کے ہاتھ مضبوطی سے رائفلوں کے دستوں پر جمے ہوئے تھے اور وہ جان پر کھیل کر ارضِ پاک کا دفاع کر رہے تھے اور بھارتی سورماؤں کو جہنم رسید کر رہے تھے ــــ بزدل ہندوستان کی کوشش تھی کہ وہ کئی راستوں سے پاکستان میں داخل ہو تا مختلف محاذوں پر پاکستانی فوجیں اُس کا مقابلہ نہ کر سکیں اور یوں وہ مغربی پاکستان کے کئی حصوں پر قبضہ کر لے ۔ لیکن پاک فوج نے ان کے ہر حملے کو ناکام بنا کر اس کے تمام ارادوں کو خاک میں ملا دیا ۔

ان حملوں میں سے ایک حملہ کھیم کرن کے راستے سے کیا گیا ۔ ہندوستانی فوجیں اس راستے سے حملہ کر کے قصور میں داخل ہونا چاہتی تھیں ۔ کھیم کرن ہندوستان

کی سرحد پر ایک بہت بڑا قصبہ ہے اور قصور سے مشرق کی جانب واقع ہے۔ یہ قصبہ اتنا بڑا ہے کہ اسے کھیم کرن کا شہر بھی کہا جاتا ہے۔ تقسیم سے پہلے یہاں ہندوؤں سکھوں اور مسلمانوں کی ملی جلی آبادی تھی لیکن جب پاکستان بنا تو یہاں سے مسلمان پاکستان کے علاقہ میں آگئے اور کھیم کرن میں صرف ہندوؤں اور سکھوں کی آبادی رہ گئی۔

کھیم کرن میں علاقے کی سب سے بڑی منڈی تھی۔ اور یہاں کپاس اور گیہوں کی وسیع پیمانے پر تجارت ہوتی تھی۔ شہر کا اپنا بجلی گھر اور ٹیلیفون ایکسچینج بھی تھا معلوم نہیں کہ اب وہاں پہلے جیسی رونق ہے یا نہیں ـــ میں یہ بتا رہا تھا کہ جب ہندوستانی فوج نے ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو کھیم کرن کے راستے سے پاکستان پر حملہ کیا تو پاک فوج نے بڑی جانبازی اور بہادری سے دشمن کے وار کو روکا اور بڑی بے جگری سے اس کا مقابلہ کیا۔ ہماری فوج کی تعداد انتہائی قلیل تھی لیکن پھر بھی وہ پانچ دن تک اس دلیری سے مقابلہ کرتی رہی کہ بھارتی فوج ایک انچ بھی پاکستانی علاقہ میں داخل نہ ہو سکی۔

یہ ہمارے بہادروں اور بلند حوصلہ جوانوں کی قوتِ بازو اور خدائی نصرت و تائید ہی کا نتیجہ تھا کہ ۱۰ ستمبر کو بھارتی فوج پسپا ہونی شروع ہو گئی اور اُسے مقابلہ کی تاب نہ لا کر پیچھے ہٹنا پڑا اور کھیم کرن پر پاکستان کا قبضہ ہو گیا۔

اس سترہ روزہ جنگ میں پاک فوج کے ہر محکمہ نے اپنے ہر فرض کو پوری ذمہ داری اور تندہی سے انجام دیا۔ لڑائی کے دوران انجینئرز کور کا بہت جان جوکھوں کا کام ہوتا ہے کیونکہ اس کور کے ذمہ راستے میں دریاؤں اور نہروں پر پل تعمیر کرنا ہوتا ہے۔ ہمارے عزیز وطن کا سب سے بہادر فسٹ آرمڈ ڈویژن جس کے نام سے ہندوستان کا بچہ بچہ کانپتا ہے کی انجینئر بٹالین کی دو کمپنیوں نے بی۔ آر۔ بی لنک (B.R.B Link) پر پل تعمیر کیا۔ اور اس کے آگے روہی نالہ پر دو پل تعمیر کئے۔ یہ تینوں پل ہماری بہادر افواج نے صرف ایک رات میں تعمیر کئے تھے۔ ہماری فوج کی بے تابی کا یہ عالم تھا کہ روہی نالہ پر ابھی پل تعمیر بھی نہیں ہوا تھا کہ ایک انفنٹری یونٹ کے کمانڈر نے اپنی یونٹ کو حکم دیا کہ "آگے بڑھو"۔ اس حکم کا سننا تھا کہ ہمارے سپاہیوں نے بجلی کی سی تیزی سے روہی نالہ کو عبور کیا اور ہندوستانی سپاہ پر دھاوا بول دیا اور فضا اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔

اُسی دن ہندوستان کے مزید کچھ علاقوں پر ہمارا قبضہ ہو گیا۔ بس پھر کیا تھا ہماری فوج کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے ہر محاذ پر ہندوستانی فوج کو پسپا کرنا شروع کر دیا اور کھیم کرن کے آس پاس کے کئی گاؤں پاکستان کے قبضہ میں آگئے۔

اس لڑائی میں پاکستانی فوج کی بلوچ رجمنٹ نے بڑے کارنامے دکھائے۔ بلوچ رجمنٹ کے بہادروں میں سے مجھے سیف الامیر شہید کا نام کبھی نہ بھولے گا کھیم کرن پر پاکستان کے قبضے کو گیارہ دن ہو چکے تھے لیکن ہندوستانی فوج برابر چھوٹے چھوٹے حملے کرتی رہتی تھی۔ ۲۱ ستمبر کو حوالدار سیف الامیر شہید کو حکم ملا کہ وہ اپنے سپاہیوں کو لے کر موضع ٹھٹھار کی طرف بڑھیں۔ چنانچہ حکم ملتے ہی وہ

اپنے سپاہیوں سمیت اُس طرف روانہ ہوگئے۔

دشمن نے پاکستانی فوج کو اپنی طرف آتے دیکھا تو اس نے توپوں اور ٹینکوں کے دہانے کھول دیئے۔ لیکن پاکستانی جوانوں نے بموں اور گولوں کی ذرہ بھر پرواہ نہ کی اور برابر آگے ہی آگے بڑھتے رہے۔ یہ مقابلہ کئی گھنٹوں تک جاری رہا۔ اِس مقابلے میں کئی پاکستانی شہید ہوئے لیکن بالآخر بھارتی فوج کو مُنہ کی کھانی پڑی اور موضع ٹھٹھاں پر بھی پاکستانی پرچم لہرانے لگا۔

دشمن اپنا گاؤں واپس لینے کے لئے یکے بعد دیگرے حملہ کرتا رہا اور گولوں کی بوچھاڑ جاری رکھی لیکن پاکستانی فوج یہ طے کر چکی تھی کہ جو علاقہ اُس کے قبضے میں آ چکا ہے وہ کسی قیمت پر واپس نہیں دیگی اسلئے وہ ان جاں گسل حالات میں بنیانٌ مرصوص کی طرح مقابلے پر ڈٹی رہی۔

سیف الامیر شہید آگے بڑھ بڑھ کر دشمن کے ہر حملے کو ناکام بنا رہے تھے۔ اُن کی اِسی پھرتی اور قوتِ ایمانی نے بالآخر اُنہیں شہادت سے ہمکنار کیا —— دشمن کا ایک گولہ عین سیف الامیر شہید کے اُوپر آن کر پھٹا اور اس بہادر انسان کا جسم دھوئیں میں تحلیل ہو کر رہ گیا —— سیف الامیر شہید ہو گئے لیکن اُن کے بہادر اور جانباز سپاہیوں نے دشمن کو گاؤں میں داخل نہیں ہونے دیا۔

کھیم کرن کی لڑائی میں ایک اَور بہادر شہید بریگیڈیر شامی شہید کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔ ۱۰ ستمبر کو جب کھیم کرن پر پاکستان کا قبضہ ہو گیا تو یہ بہادر افسر اپنی جیپ میں بیٹھ کر فوج کے اگلے مورچوں کا معائنہ کرنے کے لئے روانہ ہوُا۔ راستے میں ایک جگہ درختوں کی آڑ میں دشمن کے مسلح سپاہی چُھپے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے چوروں کی طرح چھپ کر بریگیڈیر شامی شہید پر گولیاں چلائیں اور وہ وہیں شہید ہو گئے۔

پاک بھارت کی اِس سترہ روزہ جنگ نے مجھے بہت سے سبق دیئے ہیں اور مَیں نے کئی نتائج اخذ کئے ہیں:-

۱- بھارتی فوجیوں کو کبھی بھی سامنے میدان میں آ کر حملہ کرنے کی جرأت نہیں ہوتی بلکہ وہ چوروں کی طرح چُھپ کر یا رات کو حملہ کرتے تھے۔

۲- بھارتی فوج کا ہر سپاہی پاکستان کی فوج سے اتنا خوفزدہ ہے کہ پاک فوج کا نام سُن کر اُس کا پتّہ پانی ہو جاتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ جب ہم نے ایک گاؤں پر قبضہ کیا اور ہم رائفلیں تھامے اِدھر اُدھر گھوم رہے تھے کہ ہمیں ایک درخت پر چند آدمی نظر آئے۔ انہوں نے بھی رائفلیں تھام رکھی تھیں۔ ہم اپنے آپ کو محفوظ رکھتے ہوئے جب عین درخت کے نیچے پہنچے تو معلوم ہوُا کہ وہ تین آدمی ہیں۔ ہم نے رائفلوں کی نشست میں انہیں نیچے اُتارا۔ یہ دیکھ کر ہم حیران رہ گئے کہ تینوں کی رائفلیں لوڈ تھیں۔ وہ چاہتے تو ہمیں ختم کر سکتے تھے لیکن ہمیں دیکھ کر ان کی قوتیں جواب دے گئیں۔

۳- پاک فوج کے کسی بھی افسر کو عام سپاہیوں کے مقابلے میں اپنی برتری کا کوئی احساس نہیں ہے۔ بلکہ بڑے بڑے افسروں نے عام سپاہیوں کے شانہ بشانہ یہ جنگ لڑی اور کسی شخص کے دل میں احساسِ کمتری یا کہتری پیدا نہیں ہوُا۔ اس سلسلے

یں یہ واقعہ کم از کم میرے لئے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

جب ہم دوسری ملبے پر پُل بنا رہے تھے تو پُل بناتے بناتے اچانک میرا پاؤں پھسلا اور میں نالے میں جا گرا۔ یہ نالہ اتنا بڑا تھا کہ نہر کا مقابلہ کرتا تھا۔ جب میں پانی میں گرا تو مجھے کچھ ہوش نہ رہا۔ جب میں ہوش میں آیا تو میں نے اپنے آپ کو افسروں کے نرغے میں پایا۔ وہ سبھی مجھے ہوش میں لانے کی تدابیر کر رہے تھے۔ میں نے اُٹھنا چاہا لیکن انہوں نے اشارے سے مجھے آرام کرنے کی تلقین کی۔ میں دل میں شرمندہ بھی تھا لیکن ان کے جذبۂ اخوت اور انسانی ہمدردی کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔

ہندوستان یاد رکھے کہ وہ ہمارے اس جذبۂ ہمدردی اور اخوت کو کبھی مٹا نہیں سکے گا۔ اب کی دفعہ اگر وہ ہماری پاک سرزمین پر حملہ آور ہوا تو اسے ایسی عبرتناک شکست ہوگی کہ وہ اپنی رہتی نسلوں تک کو یہ بتا جائے گا کہ تم دوسروں کو خواہ کچھ کہو لیکن یاد رکھو پاکستان سے کبھی نہ اُلجھنا۔

میں آج بھی عالمِ تصور میں اپنے آپ کو توپوں اور ٹینکوں میں گھرا ہوا پاتا ہوں۔

جب بھی چھ ستمبر آتا ہے میرے دل میں ۱۹۶۵ء کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور میرا دل ایک نئے جذبے اور ولولۂ ایمانی سے معمور ہو جاتا ہے ✦

(ڈاکٹر) سید ظہور احمد شاہ واقفِ زندگی
سابق مبلغ فیجی -

فی جی

ہمارے ملک میں انہیں جزائرِ فجی کہتے ہیں جو بالکل غلط ہے۔ اصل نام جیسا کہ اُوپر درج ہے فیجی یا فی جی ہے اور یہی اس کا صحیح تلفّظ ہے۔ فیجی کسی ایک جزیرہ کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک مجمع الجزائر ہے جس میں جزائر کے تین گروہ یعنی جزائر فیجی، جزائر لیسا و اور جزائر لاؤ شامل ہیں۔ اس مجمع الجزائر میں تین صد سے زیادہ جزیرے ہیں جن میں سے قریباً ایک سو چھ جزائر زیادہ آباد ہیں۔

یہ جزائر آتش فشانی کی وجہ سے سمندر پر اُبھرے اور ان کے چاروں طرف مونگوں نے سفید چٹانیں بنالیں جو سمندر کے اندر کی چٹانوں سے شروع ہو کر پانی کی سطح تک بنی ہیں۔ مونگا ایک ننھا سا سمندری کیڑا ہے جس کے لعاب اور جسم سے یہ چٹانیں بنی ہیں۔ یہ کیڑے کروڑہا کروڑ بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ تعداد میں شب و روز ان چٹانوں کے بنانے میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ چٹانیں سمندر میں جزیروں سے کچھ فاصلے پر ہوتی ہیں اور سمندری طوفانوں کی لہروں کا زور ان پر آکر ٹوٹ جاتا ہے ورنہ اگر یہ لہریں جزیروں پر پڑتی رہیں تو یہ کب کے ٹوٹ پھوٹ کر غائب ہو جاتے۔

ان چٹانوں میں کہیں کہیں راستے ہیں اور انہی سے گزر کر جہاز جزیروں تک پہنچ سکتے ہیں۔ مونگے کی بعض ایسی بھی چٹانیں ہیں جو صرف چھلّے کی طرح گول ہوتی ہیں۔ اُن کے اندر نہ کوئی اُبھرا ہوا جزیرہ ہوتا ہے اور نہ ہی اندر جانے کا کوئی راستہ ہوتا ہے۔ بحرالکاہل میں اسی قسم کی گول مونگے کی چٹانوں کے بیچ میں فرانس کی حکومت آجکل ایٹمی تجربات کرتی ہے۔ اگر ان راستوں سے جہاز احتیاط سے نہ گزارا جائے یا جزیروں کی طرف آتے ہوئے ان چٹانوں سے ٹکرا جائے تو شکستہ ہو کر غرق ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات جہاز میں شگاف ہو کر جہاز چٹانوں میں پھنس جاتا ہے اور نہ نکلتا ہے اور نہ ڈوبتا ہے۔

مجمع الجزائر فی جی کے جنوب میں ڈیڑھ ہزار میل کے فاصلہ پر نیوزی لینڈ اور جنوب مشرق میں سترہ سَو میل کے فاصلہ پر آسٹریلیا واقع ہے۔ فیجی ایسی جگہ پر واقع ہے جہاں شمالاً جنوباً وہ فرضی خط گزرتا ہے جہاں سے نئی تاریخ اور دن شروع ہوتے ہیں۔ مثلاً ۱۰؍اگست کو سورج جب فیجی میں طلوع کرے گا تو وہاں سے ۱۰؍اگست اور بُدھ کا دن شروع ہوگا اور سورج کے ساتھ ساتھ چلتا جائے گا۔ فیجی سے مشرق میں جو جگہیں ہیں مثلاً امریکہ ہے وہاں پر چند گھنٹے پہلے جو سورج نکلا تھا وہ ۹؍اگست اور منگل کا تھا۔ اب ایک اور دقّت پیش آتی ہے کہ اگر یہ خط کسی شہر یا جزیرہ کے درمیان سے گزرے تو اس خط کے مشرق میں ۹؍تاریخ اور منگل کا دن ہوگا لیکن خط کے

مغرب میں اُسی شہر یا جزیرہ میں ۱۰ر تاریخ اور بدھ کا دن ہوگا۔ اس گڑبڑ کو دُور کرنے کے لئے نقشہ میں یہ خط ہٹا کر جزائر فیجی کے مشرق سے سمندر میں گذارا ہے اور جنوب میں پھر اُسے سیدھا کر دیا گیا ہے۔ یہی وہ خط ہے جو کُرہ زمین کے دوسری طرف مغرب میں لندن کے پاس گرینچ کے مقام سے گزرتا ہے جہاں سے وقت کا حساب لگایا جاتا اور گھڑیوں کا وقت درست کیا جاتا ہے۔ یہ تمام زمین کے گرداگرد شمالاً جنوباً گول خط کو دو حصوں میں اُسی طرح تقسیم کرتا ہے جس طرح خطِ استوا شمالی اور جنوبی کُروں کو الگ کرتا ہے۔

فیجی خطِ استوا کے جنوب میں خطِ جدی کے نزدیک واقع ہے اسلئے وہاں کے موسم ہمارے شمالی کُرّے کے برعکس ہوتے ہیں یعنی نومبر دسمبر میں موسم گرما اور مئی جون جولائی کے مہینوں میں وہاں موسم سرما۔ چاروں طرف سمندر ہونے کے باعث فیجی کا موسم معتدل ہوتا ہے یعنی نہ زیادہ گرمی اور نہ زیادہ سردی اور بارشیں تمام سال ہوتی رہتی ہیں۔ جزیرے پہاڑی ہیں اور جنگلات سے ڈھکے ہوئے ہیں۔ مشرقی جزائر اور بڑے جزیروں کے مشرق میں پہاڑیاں اونچی ہوتی جاتی ہیں اسلئے بادل اُن سے ٹکرا کر خوب بارش برساتے ہیں اور باقی ماندہ بادل اُوپر سے گزر کر مغربی حصّوں میں برستے ہیں اسلئے مشرقی طرف زیادہ اور مغربی طرف نسبتاً کم بارش ہوتی ہے۔

معدنیات

ان جزائر میں سونا، چاندی، لوہا، تانبا وغیرہ معدنیات بکثرت پائی جاتی ہیں اور بیرونی ممالک مثلاً آسٹریلیا کی ان پر اجارہ داری ہے

پیداوار

جزائر کے مغربی علاقے جہاں بارشیں کم ہوتی ہیں گنّے کی کاشت کے لئے بہت موزوں ہیں۔ چنانچہ تقریباً نوّے سال ہوئے کہ یہ جزائر انگریزوں کی عملداری میں آگئے اور کچھ سالوں کے بعد انگریزوں نے پانچ پانچ سال کے معاہدے پر ہندوستانیوں کو فیجی پہنچایا۔ ان دنوں ہندوستان میں مزدوروں کی مزدوری ایک آنہ یومیہ تھی اور فیجی میں اُن کو ایک شلنگ یعنی بارہ آنے یومیہ دیئے جاتے تھے۔ گنّے کی کاشت کے علاوہ چاول، آلو، ادرک وغیرہ کی کاشت کی جاتی ہے۔ ادرک تو اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ دساور کو بھیجی جاتی ہے اور سبزی فروش سبزی کے ساتھ ایک ٹکڑا ادرک کا اُسی طرح دے دیتے ہیں جس طرح ہمارے ملک میں سبز پیاز اور دھنیا دے دیتے ہیں ——

مزید برآں وہاں کی پُرانی آبادی جو حبشی النسل ہے وہ لوگ افریقہ کی جڑوں والی سبزیاں بوتے ہیں جو ڈالو یا کساوہ یا کسیرہ یام۔ شکر قندی وغیرہ پر مشتمل ہوتی ہیں۔

چاروں طرف سمندر ہونے کے باعث مچھلی، کیکڑا، جھینگا وغیرہ کثرت سے ملتے ہیں۔ انگریزوں کے آنے سے قبل چونکہ یہاں نمک نہیں ہوتا تھا اسلئے یہ لوگ سمندری شکار کو سمندر کے نمکین پانی میں اُبالتے تھے اور گلنے کے بعد پانی پھینک کر کھا لیتے تھے۔ اس طرح اس کا ذائقہ نمکین ہو جاتا تھا۔

پھل

کیلا اور ناریل بکثرت پایا جاتا ہے اور اسی طرح

پپیتا بھی بہت ہوتا ہے۔ سمندر کے کنارے بڑے بڑے درخت ہوتے ہیں جن میں سے چیتن کدو کے سائز کے سخت پھل لگتے ہیں جن کو اُبال کر اور چھلکا اُتار کر کھاتے ہیں جس کو نیبی یا نیوی کہتے ہیں اور جو ذائقہ میں اُبلے ہوئے پختہ سنگھاڑے جیسے ہوتے ہیں۔ اسی طرح شریفہ اور انناس بھی اپنے موسم میں کافی ہوتا ہے۔ ہندوستانیوں نے اپنے وطن کے پھل آم، سنگترہ، کٹھل، انجیر، فالسہ، کانجو یا کھاجا وغیرہ بھی کاشت کئے ہیں۔ خربوزہ کم لیکن تربوز بہت ہوتا ہے۔

مصالحہ جات

مصالحہ جات وہی ہیں جو ہندوستان یا باہر کے ملکوں سے آتے ہیں۔ مَیں نے بہت تلاش کیا لیکن رُوح کیوڑہ، زیرہ سیاہ اور سونٹھ کہیں نہ ملے۔ زیرہ سفید ملتا ہے۔ مرچ، پیاز، لہسن، اروی، آلو، بھنڈی، ٹماٹر، کدو، حلوہ کدو، پیٹھا، بینگن، توری، رواں، شلغم، مولی، گاجر، سلاد، بند گوبھی وغیرہ ہوتی ہیں۔ پھول گوبھی بہت کم ہوتی ہے۔

چرند و پرند

انگریزوں کی آمد سے پہلے یہاں نہ مویشی ہوتے تھے نہ درندے اور نہ پرندے۔ مثلاً گائے، بھینس، بکری، گھوڑا، گدھا، بھیڑ، سؤر، کتا، بلی، چوہا، شیر، بھیڑیا، گیدڑ، لومڑ وغیرہ۔ البتہ جزیروں میں کن کھجورے ہوتے تھے لیکن انگریزوں نے خاص قسم کے زہریلے مینڈک باہر سے لا کر چھوڑ دیئے جو اُن کے انڈے اور بچے کھا جاتے تھے اسلئے اب اُن کی تعداد شاذ کی حیثیت رکھتی ہے البتہ مینڈک کافی ہیں۔ زہریلے سانپ اور بچھو وغیرہ یہاں نہیں ہوتے۔ ہمارے ہاں کی چڑیا جو ہر جگہ پائی جاتی ہے وہاں نہیں ہوتی اور نہ ہی ہمارے شہروں والا کوا وہاں پایا جاتا ہے۔ چیل اور گدھ بھی کہیں نظر نہیں آتے۔

امراض

جس طرح خاص مچھر کے کاٹنے سے ہمارے ملک میں ملیریا ہو جاتا ہے اسی طرح بعض جزائر میں ایک خاص قسم کا مچھر ہوتا ہے جس کے کاٹنے سے مرض فیل پا ہو جاتا ہے جو اگر لا علاج نہیں تو قابو بھی مشکل سے ہی آتا ہے۔ اس میں ٹانگ یا بازو کئی گنا سُوج جاتا ہے اور مریض نڈھال ہو کر مر جاتا ہے۔ اسلئے ہر غریب و امیر تمام سال مسہری میں ہی سوتا ہے۔

مرض کوڑھ بھی بعض جزائر میں پایا جاتا ہے غریبوں میں تپ دق بھی ہوتا ہے۔ (باقی)

جگنو ——— روشنی کا راز!

بچپن میں ہم نے گرمیوں کی راتوں میں جگنو پکڑے ہیں۔ جب کوئی جگنو ہاتھ آجاتا تو ہم اُسے اپنے ہاتھوں میں چھپا کر گھورا کرتے۔ اسکی چمک کبھی نظر آتی اور کبھی غائب ہو جاتی تھی۔

آپ نے بھی ایسا ہی کیا ہوگا اور آپ بھی ہماری طرح سوچتے ہوں گے کہ اِس ننھے سے کیڑے میں چمک کہاں سے آتی ہے؟

دراصل جگنو صدیوں سے ہماری توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ پرانے قصے کہانیوں میں اکثر اس کا ذکر ملتا ہے۔ یونانی اور رومن زمانے میں غلام لڑکے دن چھپے جگنوؤں کی تلاش میں مارے مارے پھرا کرتے تھے کیونکہ اُن کی مالکائیں ان کیڑوں کی چمکدار دُموں سے اپنے بالوں اور ہاتھوں کو سجا کر رات کے وقت شاہانہ دعوتوں میں شریک ہوا کرتی تھیں۔ قرونِ وسطیٰ کی مشہور خواتین جب رات کو نیزہ بازی کے مقابلے دیکھنے جاتی تھیں تو اُن کے خوبصورت لباس پر جگنوؤں کی دُمیں چمکتی رہتی تھیں۔

مشرق میں جگنو کو ایک طرح کا متبرک کیڑا سمجھا جاتا ہے بہت سے لوگ ان کو پالتے اور ان کا کاروبار کرتے ہیں۔ جاپان میں اکثر شہنشاہ کے محل کے سامنے لاکھوں جگنو چھوڑے جاتے ہیں۔ اس کیڑے کے لئے وہاں تہوار منائے جاتے ہیں جن میں بڑی رونق ہوتی ہے۔ جاپانی لوگ اپنے افسروں کو جگنوؤں سے بھرے پنجرے پیش کرتے ہیں۔

بالٹی مور، میری لینڈ (امریکہ) میں ۱۹۴۶ء سے یہ رواج چلا آرہا ہے کہ ہر موسم گرما میں اسکولوں کے بچے بہت سے جگنو جمع کرتے ہیں اور انہیں بوتلوں میں بند کر لیتے ہیں۔ اسلئے نہیں کہ کسی کو پیش کریں گے بلکہ یہ کیڑے مشاہدے اور مطالعے کیلئے سائنسی تجربہ گاہ میں بھیج دیئے جاتے ہیں۔ جہاں سے بچوں کو کچھ نقدی بطور انعام مل جاتی ہے۔ جونز ہاپکنس یونیورسٹی کے ایک سائنسدان ڈاکٹر ولیم جگنوؤں سے بڑی دلچسپی رکھتے ہیں۔ کئی سال ہوئے اُنہوں نے یہ معلوم کرنے کا بیڑا اٹھایا کہ جگنو اپنی روشنی کس طرح ظاہر کرتا ہے اور کیسے بند کرتا ہے

ہر جون میں سینکڑوں بچے جال لیکر باغوں اور سبزہ زاروں میں پہنچ جاتے ہیں اور جگنو جمع کر کے بوتلوں اور مرتبانوں میں بند کر دیتے ہیں۔ یہ مرتبان ڈاکٹر ولیم کے دفتر میں پہنچ جاتے ہیں اور پکڑنے والوں کو ہر سو کیڑوں پر پچیس ۲۵ سینٹ کے حساب سے معاوضہ مل جاتا ہے۔ کبھی کبھی ایک ہی موسم گرما میں تین لاکھ تک جگنو پکڑے جاتے ہیں۔

تجربہ گاہ کے ملازمین ان جگنوؤں کو سکھا کر اُن کی دُمیں علیحدہ کر لیتے ہیں..... ان پر موسم خزاں، سرما اور بہار میں تجربات کئے جاتے ہیں۔ اب تک سینکڑوں تجربات کئے جا چکے ہیں۔ سوکھی دُموں کو پیس کر پاؤڈر بنا لیا جاتا ہے اور جب اس میں پانی ملایا جاتا ہے تو وہ اندھیرے میں چمکنے لگتا ہے۔

اس سلسلے میں کچھ تجربات اُنیسویں صدی کے آخر میں شروع کئے گئے۔ ۱۸۸۵ء میں ایک متجسس سائنسدان نے معلوم کیا تھا کہ

جگنوؤں کی دُم میں دو کیمیاوی اجزا ہوتے ہیں۔ لوسی فیرین (LUCIFERIN) اور لوسی فیریس۔ لوسی فیرین میں گرمی نہیں ہوتی وہ تیزی سے زنگ آلود ہو جاتی ہیں۔ لوسی فیریس اس عمل میں مدد دیتا ہے۔ ڈاکٹر ولیم کو یہ معلومات حاصل ہوئیں تو انہوں نے جگنو سے لوسی فیرین اور لوسی فیریس خالص حالت میں حاصل کیں اور جب ان دونوں کو آپس میں ملایا تو ان سے وہی چمک پیدا ہو گئی جو کسی اُڑتے ہوئے جگنو سے پیدا ہوتی ہے۔ ڈاکٹر ولیم نے مزید تحقیقات کی تو انہیں معلوم ہوا کہ جگنو کی دُم میں آکسیجن اور میگنیشیم سلفیٹ ($MgSO_4$) ایک کیمیاوی مرکب اور ایک اور چیز جسے "اے۔ ٹی۔ پی" (ADENOSINE TRITHOSPHATE) کہتے ہیں شامل ہے۔ ان دونوں اجزا کو بڑی محنت سے علیحدہ کیا گیا اور پھر انہیں مختلف نسبتوں سے بار بار آپس میں آمیزش کر کے دیکھا گیا۔ لوسی فیریس کو لوسی فیرین میں ملایا گیا۔ اے۔ ٹی۔ پی بھی شامل کی گئی۔ پھر ان تینوں میں مذکورہ مرکب میگنیشیم سلفیٹ ملایا گیا۔ یہ مرکب کبھی تیزی سے چمکتا اور کبھی بالکل ماند پڑ جاتا تھا۔ تمام تجربات سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ ان اجزا میں اے۔ ٹی۔ پی زیادہ اہمیت رکھتا ہے اور یہی چیز جگنو کی دُم میں روشنی پر قابو رکھنے والی چیز اے۔ ٹی۔ پی ہے۔ زندہ جگنو میں یہ تمام اجزا صحیح مقدار میں ملے ہوتے ہیں اسلئے اسکی دُم سے یکساں روشنی نکلتی ہے۔ سائنسدان کچھ اور سوالوں کا جواب بھی معلوم کرنا چاہتے تھے۔ دُم سے یہ روشنی مستقل طور پر کیوں نہیں نکلتی؟ روشنی کبھی ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی؟ کیوں؟ کس طرح؟

زیادہ تحقیقات کرنے پر اور بھی پیچیدہ نتائج برآمد ہوئے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جگنو کو مندرجہ بالا اجزا پر پورا قابو ہوتا ہے اور وہ ایک مادے پروٹین پائرو فاسفیٹیس (Protein Pyro Phos Phates) کی مدد سے اپنی چمک بند کر لیتا ہے۔ جب تک یہ مادہ کام دیتا ہے جگنو کی چمک بند رہتی ہے اس کے بعد پھر چمک پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ جگنو کے ننھے سے جسم میں اعصابی تحریک کی وجہ سے ایک اور مادہ پیدا ہو جاتا ہے جسے غیر نامی پائرو فاسفیٹ کہتے ہیں۔ جب وہ پروٹین پائرو فاسفیٹس پر عمل کرتا ہے تو چمکنے والے کیمیکل ظہور میں آتے ہیں۔ لہذا جگنو کی دُم چمکنے لگتی ہے۔ اس کے بعد پھر اعصابی تحریک پیدا ہوتی ہے جو اس غیر نامی کا اخراج بند کر دیتی ہے۔ دوسرے کیمیکل پھر آپس میں مل جاتے ہیں اور چمک بند ہو جاتی ہے۔ جگنو کی چمک نہایت باقاعدگی کے ساتھ اور تیزی سے کھلتی اور بند ہوتی رہتی ہے۔

آئندہ جب کبھی آپ ان چمکدار کیڑوں کو اپنے گھروں کے قریب اُڑتا ہوا دیکھیں گے تو آپ کو روشنی کھلنے اور بند ہونے کی وجہ یاد آجائے گی۔ (ماخوذ)

(مرسلہ۔ ناصر احمد صدیقی ٹی۔ آئی کالج ربوہ)

اخبارِ مجالس

(۱) قیادت ضلع کراچی

۱۹ ؍جون کو مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے تحت مسجد مبارک ڈرگ روڈ میں صرف مجلس ڈرگ روڈ کے دو حلقوں کے لئے ایک دوروزہ تربیتی کلاس کا اہتمام کیا گیا۔ تربیتی کلاس کے افتتاحی اجلاس سے محترم مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب ناظم اعلیٰ انصار اللہ ضلع کراچی نے خطاب فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص مقصد کے لئے اس دنیا میں مبعوث فرمایا تھا اور آپؐ تمام عمر اس مقصد کی خاطر اپنی ذمہ داری کو نباہتے رہے۔ آج جماعت احمدیہ کا بھی ایک عظیم الشان مقصد ہے اور اس کے تمام نوجوانوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس عظیم مقصد کو پورا کرنے کے لئے کوئی دقیقہ سعی فروگذاشت نہ کریں۔ افتتاحی خطاب کے بعد خدام کے علمی و تدریسی پروگرام کا آغاز ہوا۔ تربیتی کلاس کے اختتامی اجلاس سے جناب امیر صاحب جماعت احمدیہ کراچی نے خطاب فرمایا۔ اس کلاس میں خدام کی اوسطاً حاضری ۳۰ رہی۔

(۲) مجلس خدام الاحمدیہ کراچی

۱۔ احمدی طلبہ کا اجلاس :۔ مورخہ ۱۲ ؍جون کو خدام الاحمدیہ کراچی کی نظامت امور طلبہ کے زیر اہتمام ایک مجلس مذاکرہ کا انعقاد عمل میں آیا جس کی صدارت مکرم نصیر احمد خان صاحب قائد مجلس کراچی نے کی۔ اس تقریب میں احمدی طلبہ کے علاوہ غیر از جماعت طلبہ نے بھی شرکت کی۔ مولانا سلطان محمود صاحب انور نے طلبہ کو احمدیت کے بارے میں ابتدائی معلومات بہم پہنچائیں۔ علاوہ ازیں آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کی غرض اور ختم نبوت کے متعلق بھی اظہار خیال فرمایا۔ اس موقعہ پر ایک تبلیغی نمائش کا اہتمام بھی کیا گیا تھا جسے دیکھ کر مہمان طلبہ بہت متاثر ہوئے۔ تمام مہمانوں کو مجلس ہذا کی طرف سے شائع شدہ سوونیئر (SOUVENIR - 1971) کی ایک ایک کاپی بھی دی گئی۔

۲۔ پکنک :۔ مورخہ ۱۱ ؍جولائی کو کراچی سے ۵ میل دور ڈملوٹی کے مقام پر مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے زیر انتظام خدام اور اطفال کی وسیع پیمانے پر پکنک منائی گئی جس میں ۴۰ خدام، ۱۲۵ اطفال اور ۳۰ انصار بزرگان نے شرکت کی۔ اس پروگرام کو سرانجام دینے کے لئے ۷ ممبران پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس نے کمال خوبی سے یہ تمام کام انجام دیا۔ دوران پکنک خدام کا تیراکی کا مقابلہ بھی ہوا جس میں خدام نے نہایت ذوق و شوق سے حصہ لیا۔ نماز ظہر و عصر ادا کرنے کے بعد خدام کا ماہانہ اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت محترم چوہدری احمد مختار صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی نے فرمائی۔ اس اجلاس میں محترم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب نے حضرت المصلح الموعودؓ کے بعض واقعات نہایت لطیف انداز میں بیان فرمائے۔ اجلاس عام کے بعد میجک (MAGIC) کا پُرلطف پروگرام بھی پیش کیا گیا۔

(۳) ڈرگ روڈ کراچی

مجلس خدام الاحمدیہ ڈرگ روڈ کا ماہانہ وقارِ عمل ۱۶ مئی کو گرین ٹاؤن میں ہوا۔ یہ وقارِ عمل قریباً ۲½ گھنٹہ جاری رہا۔ اس وقارِ عمل میں خدام اور اطفال نے ایک خستہ حال سڑک پر مٹی ڈال کر اسے آمد و رفت کے قابل بنایا ۔۔۔ ۶ × ۱۵۰ فٹ لمبی چوڑی سڑک درست کرنے کے لئے اس پر پندرہ سو ٹوکری مٹی ڈالی گئی۔ آخر میں دُعا کروائی گئی۔ علاقہ کے لوگوں پر اس وقارِ عمل کا گہرا اثر ہوا ہے۔

(۴) لائلپور

۱۔ مؤرخہ ۲۵ جون کو مرکزی ہدایت کے مطابق ہفتہ تعلیم منانے کا اہتمام کیا گیا۔ دورانِ ہفتہ مجوزہ پروگرام پر پورا پورا عمل کیا گیا۔ خدام کی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ دی گئی۔ اور عالم حضرات سے تربیتی تقاریر بھی کروائی گئیں ۔۔۔ ایک تعلیمی کلاس کا انعقاد بھی عمل میں لایا گیا جس میں روزانہ خدام کو قرآن مجید، احادیث نبویہ اور ملفوظات کا درس دیا جاتا تھا۔

ہفتہ تعلیم کے آخر میں ایک اجلاس عام منعقد ہوا جس سے مکرم و محترم جناب مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے خطاب فرمایا۔ آپ نے اپنے خطاب میں خدام کو اُن کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی اور اُن کو بطریق احسن نبھانے کی تاکید فرمائی۔

۲۔ **خطاب صدر محترم** :۔ مؤرخہ ۲۵ جولائی بروز اتوار محترم جناب صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ لائلپور مجلس کے دورے کے لئے تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ مکرم بشیر احمد صاحب شمس معتمد مرکزیہ اور مکرم منور شمیم صاحب خالد محاسب مرکزیہ بھی تھے۔ محترم صدر صاحب کے ارشاد کے مطابق حلقہ پیپلز کالونی میں چار حلقہ جات کا اجلاسِ عام مکرم شیخ حمید اللہ صاحب کی کوٹھی میں منعقد کیا گیا۔

مکرم قائد صاحب اور دیگر خدام نے نہایت پُرجوش طریقے سے معزز مہمانوں کا استقبال کیا۔ خورونوش کے بعد نماز مغرب و عشاء ادا کی گئی۔ نماز کے بعد اجلاس کا پروگرام تلاوت قرآن مجید سے شروع ہوا۔ عہد، نظم، ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ اور درس مشعل راہ کے بعد محترم صدر صاحب نے خدام سے روح پرور خطاب فرمایا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

آپ نے واضح طور پر خدام کو خدا تعالیٰ کی دی ہوئی استعدادوں اور قوتوں کو جسمانی، ذہنی اور رُوحانی طور پر بروئے کار لا کر ان سے مکمل استفادہ کرنے کی ہدایت فرمائی اور اُن کو تین امور کی طرف توجہ دلائی۔

(۱) جسم، ذہن اور رُوح کی عمدہ طریق پر نشوونما کرنی چاہیئے اور ان کو کمال تک پہنچایا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ خدام الاحمدیہ کی تنظیم کے قیام کا مقصد ہی خدام کی جسمانی، ذہنی اور رُوحانی قوتوں کو اُجاگر کرنا ہے۔

(۲) خدام الاحمدیہ کے عہد کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے آپ نے عہد کا تجزیہ کر کے خدام کو آگاہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ابتداء میں تنظیموں کے پروگراموں کی ایک تفصیلی شکل ہوتی ہے جس میں جزئیات کو بیان کیا جاتا ہے اور ایک اس کی مختصر شکل ہوتی ہے جیسا کہ اسلام میں کلمہ طیبہ ہے۔ اسی طرح خدام کا عہد خدام الاحمدیہ کی تنظیم کی تعلیم کا نچوڑ ہے ۔۔۔ ابھی تفصیلات میں جانے کی بجائے اگر عہد کا بغور مطالعہ کیا جائے تو آپ سچے خدام بن سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے خدام کو عہد یاد کرنے اور اس پر لفظاً و معناً عمل کرنے کی ہدایت فرمائی۔

(۳) آخر میں آپ نے فرمایا کہ ہمیں دُعا کی عادت ڈالنی چاہیئے اور اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ پہلوں اور پچھلوں سب نے

ہمارے لئے دُعائیں کی ہوئی ہیں۔ وہ دُعائیں ہمارے حق میں اُسی وقت قبول ہوسکتی ہیں جب ہم عملاً قدم اُٹھائیں اور اپنے اعمال اُن دُعاؤں کے موافق کریں۔

اس کے بعد محترم صدر صاحب نے عہد دُہرایا اور دُعا کرائی اور اجلاس برخاست ہوُا۔ اس اجلاس میں خدام کی کثیر تعداد کے علاوہ جناب ناظم صاحب اعلیٰ انصاراللہ لائل پور، زعیم صاحب اور نائب زعیم صاحب انصاراللہ لائل پور شہر اور قائدین کرام علاقہ و ضلع نے شرکت فرمائی۔

۴۔ پکنک :۔ مورخہ ۲۲ جولائی بروز جمعرات ایک مخصوص پکنک پارٹی کا اہتمام کیا گیا جس میں اراکین عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ لائلپور شہر و ضلع نے شمولیت کی۔ مذکورہ پکنک زرعی یونیورسٹی لائلپور کے Swimmig Pool پر منائی گئی۔ پارٹی کا پروگرام نماز مغرب سے عشاء تک جاری رہا۔ اس موقع پر تمام خدام اپنا اپنا کھانا گھروں سے لائے تھے۔ نہانے کے بعد کھانا کھایا گیا۔

کھانے کے بعد مکرم شیخ سمیع اللہ صاحب سفینہ پرنٹنگ لائلپور کی طرف سے خدام کی آم سے تواضع کی گئی

(۵) سرگودھا شہر

مجلس خدام الاحمدیہ سرگودھا نے ہفتہ تعلیم و تربیت ۲۳ جون سے ۳۰ جون ۱۹۷۱ء تک منایا۔ اختتامی اجلاس بعد نماز مغرب مسجد بلاک ۱۲ سرگودھا میں منعقد ہوُا۔ جس میں مرکز سے محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ محترم محمد شفیق صاحب قیصر مہتمم تعلیم مرکزیہ بھی تھے۔ تلاوت و نظم اور رپورٹ سُنانے کے بعد محترم صدر صاحب کی ہدایت کے مطابق محترم محمد شفیق صاحب قیصر مہتمم تعلیم نے خدام اور اطفال کا تعلیمی جائزہ لیا۔

آپ کے بعد محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے خدام و اطفال سے نہایت پُر اثر خطاب فرمایا۔ سب سے پہلے آپ نے ہفتہ تعلیم کے انعقاد پر خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ پھر آپ نے خدام کو اختلافی مسائل کی طرف خصوصی توجہ دینے کی طرف ارشاد فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ کوشش ہونی چاہیئے کہ ایسی چھوٹی چھوٹی تعلیمی کلاسیں ہر ماہ منعقد ہوتی رہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خدام جماعت کے دست و بازو ہیں اور دست بازو عملی زندگی کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ منزل کا پتہ ہمیں بتلا دیا گیا ہے اور منزل تک پہنچنے کے لئے ہمارے پاس مشعلِ راہ اور خلیفہ وقت کے احکامات موجود ہیں۔ صرف عمل کی ضرورت ہے۔ اسلئے اپنے اندر عملی قوت پیدا کریں اور جب کوئی دینی کام سپرد کیا جائے تو عذر نہ کریں کیونکہ یہ دینی رُوح کے خلاف اور خادم کے شایانِ شان نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ عملی زندگی کی ابتداء مسجدوں کو آباد کرنے سے شروع کریں۔

آپ نے اپنی تقریر میں سب سے زیادہ زور خدام کو عملی زندگی اپنانے کی طرف دیا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ خدام عملی زندگی کی ابتداء ہر کام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرنے اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کی عادت پیدا کرنے سے کریں۔ کیونکہ بسم اللہ پڑھنے سے اللہ تعالیٰ ہر کام میں برکت دیتا ہے۔ اور السلام علیکم سے پیار محبت بڑھتا ہے اور معاشرہ کی اصلاح ہوتی ہے۔ آخر میں دُعا پر یہ اجلاس ختم ہوُا۔

(۶) چک چھٹہ ضلع گوجرانوالہ

مورخہ ۱ جولائی کو مجلس خدام الاحمدیہ چک چھٹہ نے

اجتماعی وقارِ عمل منعقد کیا۔ جس میں تمام خدام اور اطفال نے بڑے شوق سے حصہ لیا۔ سب سے پہلے مسجد کی صفائی کی گئی اور بعد میں مسجد کے ساتھ ایک راستے کو درست کیا گیا اور مسجد میں مٹی وغیرہ ڈالی گئی۔

یہ وقارِ عمل قریباً دو گھنٹے جاری رہا جس میں خدام و اطفال کے علاوہ غیر از جماعت افراد نے بھی حصہ لیا۔

(۷) روہڑی

خدام الاحمدیہ روہڑی کے زیر انتظام سیمنٹ ورکس روہڑی میں حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ ثانیہ کے موضوع پر ایک تربیتی اور تبلیغی جلسہ منعقد ہوا۔ اس جلسہ کی صدارت محترم ومکرم قریشی عبدالرحمٰن صاحب ناظمِ اعلیٰ انصاراللہ نے کی۔ اس میں روہڑی کی جماعت کے تمام انصار، خدام اور اطفال شامل ہوئے۔ علاوہ ازیں سکھر سے قائد ضلع سکھر اور دوسرے کئی خدام بھی شریک ہوئے۔ اس جلسے میں غیر احمدی دوستوں کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔

تلاوت ونظم کے بعد مکرم قریشی عبدالرحمٰن صاحب نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ ثانیہ کے موضوع پر مدلل، مؤثر اور جامع تقریر کی اور رسول مقبولؐ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عشق اور اسلام کی نشاۃِ ثانیہ میں ترقی پر قریشی صاحب نے سیر حاصل بحث کی۔ آپ کی یہ پُر معارف تقریر ایک گھنٹہ تک جاری رہی جسے تمام احباب نے نہایت توجہ سے سُنا۔ بالآخر دعا پر یہ جلسہ ختم ہوا۔

قریشی صاحب کی تقریر سے غیر احمدی احباب بھی بہت محظوظ ہوئے اور کہنے لگے کہ اس میں تو کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں۔ سب باتیں صحیح ہیں۔

یہ اجلاس ۶ بجے P.M شروع ہوا اور ۷½ بجے P.M تک رہا۔ اجلاس کے بعد تمام دوستوں کی خدمت میں چائے پیش کی گئی۔ آخر پر غیر احمدی دوست شکریہ ادا کر کے اور خوش خوش اُٹھ کر تشریف لے گئے۔

پھر مغرب وعشاء کی نمازیں باجماعت ادا کرنے کے بعد قائد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع سکھر نے مقامی خدام اور اطفال کی جنرل میٹنگ بُلائی جس میں خدام کو مرکز سے جاری ہونے والی تمام تحریکوں پر عمل کرنے کی تاکید کی اور انہیں دوسروں کے لئے عملی نمونہ بننے کی تلقین کی۔

یہ میٹنگ تقریباً ۸½ بجے P.M ختم ہوئی۔ دعا ہے کہ خداوند کریم ہمیں مذکورہ اجلاس سے پُورا پُورا فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری مساعی میں برکت ڈالے۔ آمین اللّٰھم آمین۔

اظہارِ تعزیت

گزشتہ دنوں محترم سیٹھ محمد یوسف صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ نواب شاہ شہر کی والدہ محترمہ بقضائے الٰہی وفات پا گئیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

والدہ محترمہ کی وفات سے محترم قائد صاحب کو جو سخت دلی صدمہ پہنچا ہے ادارہ خالد اس میں برابر کا شریک ہے اور دُعاگو ہے کہ خدا تعالیٰ مرحومہ کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

(ادارہ)

خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا

سالانہ اجتماع

مؤرخہ ۸-۹-۱۰ اخاء ۱۳۵۰ ہش / اکتوبر ۱۹۷۱ء

کو

ربوہ میں منعقد ہوگا

(معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

صنعتی نمائش

خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر ہر سال تصویری، تبلیغی اور صنعتی نمائش کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے جس میں خدام کے ہاتھ سے بنی ہوئی اشیاء اور دستکاری اور آرٹ کے نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔ خدام الاحمدیہ کی تمام مجالس سے درخواست ہے کہ گزشتہ سالوں کی طرح اس دفعہ بھی اس نمائش کو کامیاب بنانے کی کوشش فرمائیں۔ عمدہ اشیاء، صنعت اور آرٹ کے بہترین نمونے پیش کرنے والی مجالس کو سندات خصوصی دی جائیں گی۔

مہتمم صنعت و تجارت
خدام الاحمدیہ مرکزیہ - ربوہ

جناب ا۔ د۔ ظفر صاحب
جنگ ستمبر سے متعلق آپ کا
لکھا ہؤا مضمون کھیم کرن
کی کہانی صفحہ 16 پر
ملاحظہ فرمائیں

Regd. No. L5830
September, 1971
Only title printed at the Nus at Art Press, Rabwah.